باب۔۳

تمہید

فص نوحیہ

فقیر مترجم اس فص کے ترجمے سے پہلے چند مسائل کی توضیح کر دیتا ہے جس سے شیخؒ کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو گی۔ اس فص میں حادث و قدیم (اور) عبد و رب میں جو ربط ہے، بیان کیا گیا ہے۔

تنزیہ: ذاتِ حق سبحانہٗ کو تمام قیود، تمام نقائصِ امکانیہ و مخلوقات سے پاک سمجھنا۔

تشبیہ: اس سے مراد کبھی مخلوقات و ممکنات لیتے ہیں اور تنزیہ و تشبیہ کے معنی عبد و رب کے لیتے ہیں۔ کبھی تشبیہ کے معنیٰ بندوں کی طرح خدائے تعالیٰ کو محدود اور محلِ عیوب و نقائص سمجھنا (ہوتا ہے)۔ کبھی تشبیہ کے معنیٰ عالم مثال میں کسی ایسی شئے کا (جو دَر) حقیقت صورت سے پاک ہو، بتوسط صورت کے ظاہر ہونا (ہے)۔ مثلاً حضور ختم رسالتؐ نے علم کو دودھ کی شکل میں دیکھا۔۔ یا مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں کو دیکھو کہ محبت، شفقت، رحم، غضب، انتقام وغیرہ کو، جو اپنی حقیقت کی وجہ سے بے صورت ہیں، مگر مصور ان کو تصاویر کے ذریعے دکھاتے ہیں۔

عبد و رب میں کیا ربط ہے؟۔۔ اس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائے و خیال ہیں۔ چند اہم رائیں اور خیالات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

ا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں چند چیزیں ہیں، ہیولیٰ صورت (ڈھانچہ نما) زمان اور مکان۔۔۔ زمان و مکان کے لحاظ سے ہیولیٰ پر صورتیں آتی ہیں۔ ہیولیٰ کی مختلف حالتیں ہیں۔ ان کے منجملہ، علم اور قدرت ہیں۔ بھلا یہ تو بولو دنیا میں صورتوں کے وارد ہونے کا کوئی نظام، کوئی سسٹم، کوئی نوامیسِ فطرت (کوئی قانونِ قدرت) اور ان میں کوئی ترتیب اور کوئی باقاعدگی بھی ہے؟ یا دنیا یونہی بغیر ربط کے (اور بغیر علت و معلول کے، (یا) بغیر کسی ہم آہنگی کے چل رہی ہے۔۔۔؟

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر کام کا ایک جدا خدا ہے۔ ان میں بعض نر ہوتے ہیں ان کو دیوتا کہتے ہیں۔ بعض مادہ، ان کو دیوی کہتے ہیں۔ ان کے اجتماع سے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں ہمیشہ جنگ رہتی ہے۔

کوئی نیا کام، نئی حالت نہیں پیدا ہوتی جب تک پہلے کام کے خدا کو شکست اور نئے کام کے خدا کو فتح نہیں ہوتی۔۔۔ ان لوگوں کی نظر نہ عالم کے نظام پر پڑتی ہے نہ اتقانِ صنعت الٰہی (خدا کی عبورِ صناعی) پر۔ ان کے پاس دنیا کیا ہے؟ درندوں یا وحشیوں کا ایک جنگل ہے۔ سچ پوچھو تو یہ لوگ خدا کے معنٰی ہی نہیں سمجھتے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔اللّٰهُ الصَّمَدُ۔لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

[(یعنی) تم کہو وہ اللہ ہے، بالکل ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کے بیٹے ہیں نہ ماں باپ۔

کوئی اس کا کفو نہیں ہے،(الاخلاص:۱ تا ۴)]۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ عالم کیا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کا فیضان ہے کہ ہو رہا ہے۔۔۔ اچھا تم ہو کون؟ اور تم میں اور خدا میں کچھ ربط ہے بھی یا نہیں؟ تم بذاتہٖ قائم ہو یا کسی پر تمھارا قیام ہے۔۔؟

۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ (یہ سب) صرف ایک مادّہ ہے۔ اس کے تمام ظہورات ہیں۔۔۔ آخر مادّے کی تعریف کیا ہے؟۔۔۔۔ طبیعات (یعنی فزکس) میں تو مادّے کے یہ خواص بتائے جاتے ہیں۔ (الف) استمرار: یعنی ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن، جب تک کوئی متحرک نہ کرے۔ (اور اگر) متحرک، تو ہمیشہ متحرک، جب تک کوئی ساکن نہ کرے۔ (ب) تحیز: جگہ گھیرنا اور تقسیم قبول کرنا وغیرہ۔ کیا مادّہ کی صفت، ارادہ بھی ہے؟ کیا مادّہ حرکت بالارادہ بھی کرتا ہے؟۔۔۔ حرکت بالارادہ تو مادّے کی صفت ہی نہیں۔ نہ اس کی شان سے علم ہے۔ (مگر) ہم کو تو علم ہے۔ ارادہ ہے۔ ہم بالارادہ حرکت کرتے ہیں۔ شاید تم تنِ بے جان ہو۔ ہم زندہ ہیں اور علم بھی رکھتے ہیں۔ تمھارے خیال میں نہ تم زندہ ہو نہ صاحبِ علم۔۔۔!

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام عالم کے مجموعے کا نام خدا ہے۔ عالم شہادت، بمنزلۂ روح ہے۔۔۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک چیز فنا ہو جائے تو کیا خدا میں سے کچھ کم ہو جاتا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [(یعنی) اللہ کی ذات کے سوائے سب فانی ہیں،(القصص:۸۸)] خدائے تعالیٰ وجود بالذات ہے۔ ناقابل فنا ہے۔ وہ الآن کما کان (ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہنے والا) ہے۔ ناقابل تغیر ہے۔ وہ کامل ہے۔ ناقص میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔۔۔ یہ اہل تجسیم ہیں۔ ان کو مجسمہ کہتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ کہتے ہیں اللہ تمام مخلوقات سے جدا ہے، عرش پر بیٹھا ہوا ہے، وہیں سے ان کا تماشا دیکھتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے لیے تمام اعضا و لوازم بشری ثابت کرتے ہیں۔۔۔ یہ لوگ عالم مثال سے واقف نہیں۔ شانِ احدیت، بے چونی، تنزیہ کو جانتے ہی نہیں۔ یہ اہل تشبیہ ہیں۔ ان میں سے ایک کو مشبّہ کہتے ہیں۔

کیا عبد و رب میں کوئی تعلق ہے یا نہیں ؟۔۔ تعلق ہے تو کیا دونوں عین (اصل) اور ایک ہیں۔ عین اور ایک ہیں تو ایک قدیم اور ایک حادث (یعنی نو پیدا۔ یہ) کیسا۔۔؟ اس الجھن کے سلجھانے میں ہر ایک نے حتی المقدور کوشش کی مگر اس کی معرفت میں جاہل کو بھی حیرت ہے اور عارف کو بھی حیرت ہے۔

تَو ہم ہے تَو ہم ہے، نہ قلت ہے نہ کثرت ہے
نہ سمجھیں یہ تو حیرت ہے، جو سمجھیں یہ تو حیرت ہے

بعض تو سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ کُن فرما کر تمام مخلوقات کو نیست سے ہست کر دیا۔ رب الگ ہے اور عبد الگ۔ رب قدیم ہے، بالذات موجود ہے۔ بندہ حادث ہے، اس کا وجود بالعرض ہے۔ کُن کا مخاطب کون تھا؟۔۔۔ تاویل (۱)، وَفِي أَنفُسِكُمْ [(یعنی) اور تمھاری ذات میں بھی {خدا کی نشانیاں ہیں}، (الذاریات:۲۱)]۔ تاویل (۲)، فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّـهِ [(یعنی) پس جدھر منہ پھیرو، اللہ تمھارے سامنے ہے، (البقرۃ:۱۱۵)]۔ تاویل (۳)، وَهُوَ مَعَكُمْ [(یعنی) اور وہ (خدا) تمھارے ساتھ ہے، (الحدید:۴)]۔۔۔ تاویل! جو بات سمجھ میں نہیں آئی جس کی توجیہ نہ کر سکے (بس) تاویل۔۔۔ یہ طریقہ معتزلیوں کا ہے۔ ماتریدی و اشعری (مذہبی فرقے) بھی اس کے قریب قریب ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں، خدائے تعالیٰ کے صفات، وجودی ہیں، موجود ہیں۔ ہر صفت کے مقابل ایک عدم ہے۔ مثلاً حیات کے مقابل موت۔ علم کے مقابل جہل۔ سمع کے مقابل صم (یعنی سننے کے مقابل بہرہ پن)۔ بصر کے مقابل عمی (یعنی دیکھنے کے مقابل اندھا پن)۔ قدرت کے مقابل عجز۔ ارادے کے مقابل مجبوری یا بے ارادتی۔ کلام کے مقابل عجم (یعنی بولنے کے مقابل گونگا پن)۔ کوئی ذرا غور کرے۔ یہ اعدام کیا عدم محض ہیں یا عدم ثابت۔ عدم محض اور تجلی گاہ اسما و صفات الٰہی۔ ثبوت شيءٍ لشيیٍ فرع ثبوتِ المثبت لہ۔ (یعنی) پہلے کوئی شئے ہو گی تو اس کے لیے کوئی دوسری شئے ثابت کی جائے گی۔ وہ تجلی گاہ ہو گی۔ عدم ثابت ہے تو اس کا قیام کس پر ہے۔۔؟ کیا ممتنع پر یا واجب تعالیٰ پر۔۔؟ ان سوالات کے جوابات پر اس مذہب کا قیام ہو سکتا ہے۔ ثبّت العرش ثم انقش۔ (یعنی) پہلے تخت تو ثابت کرو پھر اس پر نقش و نگار کرنا۔

صوفیہ وجودیہ کا مذہب ہے کہ وجود کے دو معنیٰ ہیں۔

۱۔ وجود بمعنیٰ کون و حصول۔ یہ ایک مصدری معنیٰ ہیں۔۔۔ ہونا

۲۔ وہ چیز جس کو دیکھ کر "ہے" کہتے ہیں۔ وہ منشائے منتزع عنہ واقع ہوتا ہے کون و حصول کا۔ یعنی خارج میں کوئی چیز ہے جس کو دیکھ کر ہم "ہے" کہتے ہیں۔ مثلاً اگر خارج میں زید نہ ہو اور ہم کہیں زید ہے، تو چوں کہ یہ ایک بے منشا (اور) خلافِ واقعہ بات ہے لہٰذا غلط ہے۔۔۔ زید ہے، بکر ہے، خالد ہے۔ ان سب میں

"ہے" مشترک ہے لہٰذا ان تینوں میں "ہے" کا منشا بھی مشترک ہے۔ اسی طرح تمام چیزوں میں "ہے" کا منشا اور واقع مشترک ہے۔ اسی کو ہم وجود بمعنیٰ، مابہ الموجودیہ کہتے ہیں۔

اب کہو، وجود بمعنیٰ مابہ الموجودیہ جو حقیقی وجود ہے اس کے مقابل کیا ہے؟۔۔ کچھ نہیں۔ جو ہے (تو) وجود کی ایک صورت اور اس کا ایک تعین ہے۔ کیا وجود کے مقابل عدم ہو سکتا ہے؟۔۔ بھلا عدم کیوں کر ہو گا۔ اگر عدم محض موجود ہو تو انقلابِ ماہیت (یعنی اصل سے دوری) یا اجتماعِ نقیضین (یعنی دو متضاد کا ملنا) لازم آئے گا۔ وجودِ حقیقی بذاتہٖ موجود ہو گا۔ یا اس کو کوئی دوسرا موجود کرے گا یا دوسری شئے سے منتزع (یا حاصل شدہ) سمجھا جائے گا۔ اگر وجودِ حقیقی کو کوئی دوسرا موجود کرے یا دوسری شئے سے وجودِ حقیقی منتزع ہو تو وہ دوسری شئے ہی وجودِ حقیقی ہو گی اور یہ وجود بالغیر، وجود بالعرض اور وجودِ غیر حقیقی ہو جائے گا۔ یہ خلافِ فرض اور اجتماعِ نقیضین ہے۔ کیا وجودِ حقیقی سے پہلے عدم یا بعد عدم ہو سکتا ہے۔؟ ہر گز نہیں۔ ورنہ انقلابِ حقائق لازم آئے گا۔ دوسرے وجودات کس سے رونما ہیں؟۔۔ وجودِ حقیقی سے، مابہ الموجودیۃ سے۔

بتاؤ جو شئے سب کی اصل ہو، ایک ہو، حقیقی وجود ہو، بالذات موجود ہو، کسی کی محتاج نہ ہو۔ ازلی اور ابدی ہو۔ جس کی ساحت عزت (یعنی شان) تک، عدم کو قدم نہ ہو۔ تمام موجودات کا مرجع و مآب ہو۔ کسی سے پیدا نہ ہو۔ نہ اس کے برابر کوئی پیدا ہو سکے۔ اس کا کوئی نہ ضد ہو نہ مدّ مقابل ہو۔ وہ ہے کیا۔۔؟ لاریب (بلاشبہ) وہ واجب الوجود ہے۔ منبع الجود ہے۔ حق معبود ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّـــهُ أَحَدٌ۔ اللَّـــهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

[تم کہو وہ اللہ ہے، بالکل ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کے بیٹے ہیں نہ ماں باپ۔ کوئی اس کا کفو نہیں ہے، (الاخلاص: ۱ تا ۴)]۔

اور سنو۔۔! ممکنات۔ جائزات، مخلوقات کا وجود، کیا ان کے عینِ ذات ہے یا ان کے ذوات کو لازم ہے؟۔۔ ہر گز نہیں۔ اگر وجود، ذواتِ ممکنہ کا عین یا ان کا لازم ہو تا تو ان سے جدا و منفک (یا الگ) نہ ہو تا۔ اس لیے کہ شئے سے اس کی ذات و ذاتیات اور لوازم کبھی چھوٹ نہیں سکتے، منفک نہیں ہو سکتے۔ پس جب وجود، ذاتِ ممکن کو لازم نہیں اور ممکن، موجود بالذات نہیں تو ضرور ایک ایسی ذات بھی ہو گی جس کا وجود عینِ ذات ہو۔ وہ واجب الوجود بالذات ہو، اور ممکنات کو اپنے وجود سے واجب بالغیر بنائے۔

وجود حقیقی کے دو تعین ہیں۔ ایک تعین و تشخصِ ذاتی، جو الآن کما کان ہے (یعنی وہ تھا، وہ ہے، اور وہ رہے گا)۔ دوم تعین و تشخص باعتبار اسما و صفات کے۔ اس کے لحاظ سے اس کے دو مراتب ہیں۔ مرتبہٗ داخلی اور مرتبہٗ خارجی۔ مرتبہٗ داخلیہ "کن فیکون" سے پہلے ہے۔ لہٰذا یہاں مخلوقات کو دخل نہیں۔ نہ یہاں متعدد ذوات موجود فی الخارج ہیں۔ مرتبہٗ خارجیہ کُن کے بعد ہے۔ یہ مرتبہ مخلوقات، موجودات بالعرض اور حوادث کا ہے۔

واضح ہو کہ [صفاتِ الٰہیہ کے ترکیب و اجتماع (یا گروہ بندی اور ملاپ) سے] نسبتیں پیدا ہوتی ہیں (اور رشتے بنتے ہیں)۔ ان نسبتوں کو دو اعتبار لاحق ہوتے ہیں۔ ۱) نسبت و ترکیب سے ایک حقیقت و ماہیت و طبیعت کا معلوم ہونا، حقیقتِ ممکنہ اور عین ثابتہ کہلاتا ہے۔ ۲) خود یہ نسبت و ترکیب جس پر حقیقتِ ممکنہ کا قیام ہے حقیقتِ الٰہیہ اور اسم الٰہی کہلاتی ہے۔ جب اس حقیقت و عینِ ممکنہ کے مطابق حقیقتِ الٰہیہ یا اسم خاص کا ظہور ہوتا ہے، تو یہ اعتباری یا بالعرض شئے عینِ خارج کہلاتی ہے۔ اس پر آثار و احکام مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی ایک حقیقتِ اعتباری اور موجود بالعرض شئے ہے۔۔۔ پانی کا قیام ہائیڈروجن و آکسیجن کی نسبتِ خاصہ پر ہے۔ یعنی دو حصے ہائیڈروجن (اور) آکسیجن کے ایک حصے کے ساتھ ترکیب کھاتی ہے۔۔۔ کیمیا دان، ہائیڈروجن و آکسیجن کی مختلف نسبتوں سے پیدا ہونے والے مختلف حقائق کو جانتا ہے۔ مثلاً پانی (یا) ہائیڈروجن پر آکسائیڈ وغیرہ۔

یہ عین ثابتہ، مخلوقات و حقائق ممکنہ کی مثال ہے، اور یہ نسبتیں جن پر حقائقِ ممکنہ کا قیام ہے، حقیقت الٰہیہ یا اسم خاص یا تجلیِ خاص کی مثال ہے۔ جب کیمیا دان پانی کی حقیقت کے مطابق دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ملا دے تو پانی، جو خیالی اور علمی چیز تھی، حقیقی واقعی شئے ہو جائے گی۔ اس وقت اس کو خارجی پانی کہیں گے۔ اس وقت پیاس بجھانے، درختوں کو سر سبز رکھنے کی صفت اس کی طرف رجوع کرے گی۔ دیکھو! کیمیا داں کے علم میں پانی کی حقیقت ہے۔ پانی میں ہائیڈروجن و آکسیجن کی حجمی نسبت {۲ : ۱} کی ہے۔ خارج میں آکسیجن و ہائیڈروجن ہیں جن سے پانی بھی خارجی شئے معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے اسمائے الٰہیہ کی مثال ہائیڈروجن و آکسیجن ہیں۔۔ ان میں کی باہمی نسبت اسم خاص یا حقیقت الٰہیہ کی مثال ہے، جب کہ پانی عینِ خارجی کی مثال ہے۔ دیکھو! ظاہر میں پانی معلوم ہوتا ہے جس کا قیام نسبتِ خاصہ آکسیجن و ہائیڈروجن پر ہے۔ خود یہ نسبت ہائیڈروجن و آکسیجن سے قائم ہے۔ کیا پانی حقیقی شئے ہے۔۔؟ عامۃ الناس کہیں گے کہ

بے شک حقیقی شئے ہے۔ ہم اس کو پیتے ہیں۔ ضرورتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کیمیا داں سے پوچھو وہ کہتا ہے کہ، حقیقی شئے صرف ہائیڈروجن و آکسیجن ہے۔ فلاسفر سے پوچھو وہ کہتا ہے، مادّہ ہے۔ شہودی سے پوچھو وہ کہتا ہے، اسمائے الٰہیہ ہیں۔ وجودی سے پوچھو وہ کہتا ہے، صرف ذاتِ حق ہے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہائیڈروجن و آکسیجن اور پانی میں کون معقول اور علمی شئے ہے اور کون مشہود و محسوس ؟۔۔ ظاہر ہے کہ پانی ایک نمائشی اور انتزاعی شئے ہے۔ اور ہائیڈروجن و آکسیجن حقیقی خارجی اشیاہیں۔ لہٰذا پانی معقول اور اس کے عناصر محسوس ہیں۔ اسی طرح مخلوقات، معقول ہیں اور اسمائے الٰہیہ، محسوس۔ غور کرو تو اسمائے الٰہیہ بھی انتزاعی و معقول اور سمجھنے کی بات ہیں۔ اور حق، محسوس و مشہود ہے۔ مگر ہماری نظر پر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہے کہ معقول کو محسوس اور محسوس کو غیر مشہود سمجھتے ہیں۔اللّٰھم ارنا حقائق الاشیاء کماھی (اے خدا تو اشیا کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں ہمیں دکھلا دے)۔

یہاں ایک لطیفہ ہے کہ وجودِ حقیقی، بے کیف و بے رنگ اور بے چوں و چگونہ (بغیر کسی کیوں اور کیسے کے) ہے، مگر ہے خارج میں۔ لہٰذا جو صورت اس میں نمایاں ہوگی، خارج میں معلوم ہوگی۔ بعض پرندے آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ آئینہ میں کوئی پرندہ ہے اور اس سے لڑتے ہیں۔ بعض بچے آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی بچہ ہے اور اس کو پیار کرتے ہیں۔ بعض ہوشیار بچے آئینے میں دیکھتے رہتے ہیں، اور جب کوئی ان کے پیچھے آکر اپنا عکس آئینے میں ڈالتا ہے تو پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ آئینے کی یہ صورت نہیں۔ صورت کسی اور جگہ سے آرہی ہے۔ یہی حال نادان کا ہے کہ کسی صورت کو وجود خارجی میں دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ صورت موجود بوجودِ خارجی ہے۔ مگر عارف سمجھتا ہے کہ صورت موجود فی الخارج نہیں بلکہ وہ علم الٰہی سے آئی ہے۔ بلکہ علم ہی میں ہے۔ خارج میں صرف وجودِ خارجی ہے۔ تماشا یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ نہ خود آئینے کو دیکھ سکتا ہوں۔ اگر آئینہ نظر آجائے تو وہ آئینہ ہی نہیں ہے، ایک شیشے کا ٹکڑا ہے۔ غرض کہ حقیقت یہ ہے کہ اوّل آئینہ نظر آتا ہے پھر اس کے توسط سے صورت نظر آتی ہے۔ مگر واہ رے آئینے! تُو نظر آتا ہے اور پھر نظر نہیں آتا۔ یہ کیا۔۔۔؟ یا وجود، وجود الوجود، انت الموجود، وانت المعبود، وانت المشھود۔ وماسواک معدوم ومفقود۔ (یاالٰہی! بس تُو ہی تُو ہے، تیرے سوا کچھ بھی نہیں)۔

Siddiqui Publications

جو نہ ہو اسی کی نمود ہو، نہ نمود اصلِ وجود ہو　　کوئی کیا بتائے کمال جو، ہے خیالِ شعبدہ باز میں

خود نہاں اور عیاں اس سے نہانہائے جہاں　　حیرت انگیز ہے پیدائی کا پنہاں ہونا

فرق اسلامیہ (اسلامی گروہ) میں کوئی ایسا نہیں ہے جو وجود بالذات کو حق تعالیٰ میں منحصر نہ سمجھتا ہو۔ ان میں سے بعض لوگ اُن آیات کو جو تشبیہ پر دلالت کرتے ہیں، اٰمنا بمراد اللّٰہ (یعنی ہم اللہ کی منشا پر ایمان لاتے ہیں) کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں اور آیات والفاظِ قرآنی کے ایسے معنیٰ لیتے ہیں جو حقیقی معنیٰ نہیں ہوتے، بلکہ مجازی ہوتے ہیں۔ صوفیہ کے پاس جب موجود فی الحقیقت حق تعالیٰ ہی ہے اور وجود حقیقی کے مراتب ہیں تو ہر ایک حکم اپنے موقع و مرتبے پر ثابت ہے۔ نیز یہ اپنے مقام پر حق ہے، تو تشبیہ اپنے محل پر ثابت۔

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی
اندر صفتِ صدق ویقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گو حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی　　(جامیؒ)

[انسان تحقیق کرے تو اس میں سچائی اور یقین کی صفات موجود ہوتی ہیں اور اس کو جاننے کے لیے کسی ذریعے کی ضرورت نہیں
وجود کے ہر مرتبہ کا ایک الگ حکم ہے، اگر ان مراتب کا لحاظ نہ کیا جائے تو زندیقی (الحاد و بے دینی) لازم آتی ہے]

وجودیوں میں بھی بعض کا خیال ہے کہ خود حق تعالیٰ اپنے تعینات میں نمایاں ہوتا ہے۔ حق کو تعینات، اعیان ثابتہ کے حقائق و ماہیت و ہویات کے تقابل سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان کا قول ہے ہمہ اوست (یعنی سب اُس کے)۔

ہمسایہ و ہم نشیں و ہم رہ، ہمہ اوست　　در دلقِ گدا و اطلس شہ، ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہاں خانۂ جمع　　واللہ ہمہ اوست ثم باللہ، ہمہ اوست　(جامیؒ)

(میرا ہمسایہ، ہم نشیں اور ہم رہ وہی ہے، گداگر کی گدڑی سے لے کر اطلسِ شاہی میں ہر طرف وہی جلوہ گر ہے
خلوت ہو یا جلوت ہر جگہ وہی ہے، خدا کی قسم! وہی ہے، خدا کی قسم! وہی ہے)

مرآت حقائق ہے یہ دنیا مرے آگے　　ہر ایک میں ہے یار کا جلوہ مرے آگے
نیرنگیِ اشکال ہے نیرنگ مرا یا　　سو رنگ میں ہے ایک ہی جلوہ مرے آگے
بے وجہ نہیں دل کشیٔ صورتِ باطل　　باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے

Siddiqui Publications

بعض وجودیوں کا خیال ہے کہ معلومات الٰہیہ یا اعیانِ ثابتہ پر اسماے الٰہیہ کا پرتَو پڑتا ہے تو موجوداتِ خارجیہ پیدا ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ علم و قدرت کے اجتماع سے ایک تیسری ہی چیز یعنی موجودِ خارجی پیدا ہوتا ہے۔۔ ان کے خیال میں دنیا، علم الٰہی کا ایک تماشہ ہے اور اہل دنیا خیالی پتلے ہیں جن میں سے صفات واسماے الٰہیہ کا ظہور ہورہا ہے۔ مگر ان میں سے کوئی ذاتِ حق سے جدا اور اس سے باہر نہیں۔ تمام صور (یا صورتیں) موجود بالعرض، حادث و مخلوق ہیں۔ ان علمی پتلوں کے احکام، ذاتِ عالم و حقیقتِ حقہ پر نہیں لگتے۔ اور ان کے تغیر سے ذاتِ عالم اور ذاتِ حقہ میں تغیر لازم نہیں آتا۔ عالم جوں کا توں رہتا ہے۔

مری بود ہی کی نمود ہے یہ حقیقت اور مجاز میں
میں دکھا کے لاکھوں نمائشیں، ہوں ہنوز پردۂ راز میں

نمود جنبشِ نوک قلم ہیں ساری تحریریں   عوالم کیا ہیں علم ذات کی ہیں چند تفسیریں
تماشا گاہ ہے عالم، کسی استادِ کامل کا   یہ ہم تم کیا ہیں گویا سینما کی چند تصویریں

ان سب مسائل کی تحقیق وتفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں فقیر کے رسالے اور مضامین
"حکمت اسلامیہ" ،" بذل المجھود فی تحقیق الوجود" ،"میرا خیال" اور" عینیت وغیریت اور عبدیت"۔
اس تمہید کے بعد اب فقیر مترجم ،فص نوحیہ۔ حکمت سبّوحیہ کے ترجمے کی طرف توجہ کرتا ہے۔